یورپ کا اخلاقی انحطاط اور جماعت احمدیہ کی ذمہ داری

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳ ستمبر ۱۹۸۲ء بمقام آخن جرمنی)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

اب تک کے مختصر سے سفر میں یورپ کے جتنے ممالک میں بھی جانے کا موقع ملا ہے یہ احساس زیادہ شدت کے ساتھ پیدا ہوتا رہا ہے کہ یہ قومیں مجموعہ تضادات ہیں۔ ایک پہلو سے ان کو دنیا کی ترقیاں نصیب ہوئیں اور ابھی تک وہ ترقیاں ان کو حاصل ہیں اور ایک دوسرے پہلو سے یعنی روحانی اور اخلاقی لحاظ سے یہ لوگ گرتے چلے گئے یہاں تک کہ اس آخری کنارے پر پہنچ گئے ہیں جس سے آگے سزا و جزا کا دور شروع ہوتا ہے، مزید آگے بڑھنے کی مہلتیں نہیں ملا کرتیں۔

اور یہ جو Point یعنی نقطہ ہے جہاں پہنچ کر قومیں سزا اور جزا کے عمل میں داخل ہو جاتی ہیں، جسمانی اور مادی ترقی کا دور بھی وہاں تک پہنچا ہوا ہے اور یہ دونوں سمتوں کے نقطے آپس میں ملنے والے ہیں۔

مادی ترقی بھی جب اخلاقی ضوابط سے آزاد ہو جاتی ہے تو خود انسان کی تباہی کیلئے استعمال ہونے لگتی ہے اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے کسی کو زیادہ تیز رفتار کار چلانے کی مشق نہ ہو، اس کی مہارت نہ ہو اور وہ اپنی طاقت سے بڑھ کر تیز کار چلانے لگ جائے۔ مادی ترقی کا تو کوئی آخری

کنارہ نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کی قدرتیں بے انتہا ہیں۔ انسان جتنی کوشش کرلے گا اتنا آگے بڑھتا چلا جائے گا لیکن اخلاقی ضوابط جو باگ ڈور کے طور پر کام دیتے ہیں جب وہ نہ رہیں تو مادی ترقی خود اپنی تباہی کیلئے استعمال ہو جاتی ہے۔

پس روحانی اور اخلاقی لحاظ سے دیکھیں تب بھی یہ نظر آتا ہے کہ وہ منزل آنے والی ہے جہاں پہنچ کر ایسی قوموں کو مزید آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دی جاتی اور مادی ترقی کے لحاظ سے بھی دیکھیں تب بھی وہ مہلک ہتھیار اور ہلاکتوں کے خوفناک ذرائع جو مادی ترقی کے نتیجہ میں پیدا ہوئے ہیں وہ اس بات کی خبر دے رہے ہیں کہ وہاں بھی آخری مقام آنے والا ہے۔ اور دراصل مہلک ہتھیاروں کی ایجاد ہی اس بات کا پیش خیمہ بن جاتی ہے کہ ضرور ہلاکت سر پر کھڑی ہے کیونکہ مہلک ہتھیار دراصل تصویر ہوتے ہیں اخلاقی تنزل کی۔ دنیا میں جتنی بے اعتمادی زیادہ ہو اور یہ یقین بڑھتا جائے کہ کوئی قوم بھی قابل اعتبار نہیں رہی، جس کو طاقت نصیب ہوگی وہ تمام اخلاقی ضوابط کو کچل کر اپنی طاقت کا مظاہرہ کرے گی، اس وقت ہتھیاروں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی جنگ شروع ہو جاتی ہے اور یہی Cold War یعنی سرد جنگ کہلاتی ہے۔ لیکن دنیا میں کبھی یہ نہیں ہوا کہ سرد جنگیں ٹھنڈی رہی ہوں۔ لازماً ایک وقت آتا ہے جب وہ گرم جنگوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ پس ان دونوں لحاظ سے وہ نقطے قریب آ پہنچے ہیں۔

اس پس منظر میں جہاں تک احمدیت کا تعلق ہے ابھی تک ہم اپنے فرائض کی ادائیگی میں پوری طرح آغاز سفر بھی نہیں کر سکے۔ ساری دنیا کو جھنجھوڑنا، اس کو جگانا اور خدائے حیّ وقیوم کی طرف متوجہ کرنا یہ ہمارا کام تھا اور ہمارے کام سے مراد مبلغین کا کام نہیں ہے۔ دنیا میں قومیں کبھی بھی مبلغین کے ذریعہ ترقی نہیں کیا کرتیں۔ مبلغین تو صرف مُذَکِّرٌ یعنی یاددہانی کرانے والے ہوتے ہیں۔ تبلیغ کا بوجھ ساری جماعت اٹھایا کرتی ہے۔ ساری دنیا میں اسلام کی جو تبلیغ ہوئی ہے وہاں کون سے مبلغ تھے جنہوں نے فتح کیا ہے۔ مبلغین تو یاددہانی کا کام کیا کرتے تھے۔ تبلیغ کا حقیقی کام عوام الناس نے کیا ہے۔ چین کو کن مبلغین نے مسلمان بنایا تھا۔ انڈونیشیا کو کن مبلغین نے مسلمان بنایا تھا۔ ہندوستان میں کن مبلغین نے اسلام پھیلایا تھا۔ انفرادی طور پر کچھ تاجر تھے اور کچھ درویش صفت لوگ تھے جو خدا کی راہ میں نکل کھڑے ہوئے۔ وہ جہاں جہاں گئے اسلام کی تبلیغ واشاعت کا کام بھی کرتے

رہے اس طرح اسلام مختلف ملکوں میں پھیلتا چلا گیا۔

یہ وہ اہم پہلو ہے جس کی طرف میں توجہ دلا رہا ہوں اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے، معلوم ہوتا ہے ابھی ہم نے آغاز سفر بھی نہیں کیا۔ یورپ کی اکثر جماعتیں جن کو میں دیکھ کر آیا ہوں ان میں احساس نہیں ہے۔ بے چینی نہیں ہے۔ وہ اس معاشرہ سے اس حد تک راضی ہو گئے ہیں کہ ان کو کام مل گئے اور ان کی ضروریات پوری ہو گئیں اور اس حد تک ناراض ہی ہیں جس حد تک ان کے کام پورے نہیں ہوئے یا ان کی راہ میں مشکلات حائل ہیں۔ لیکن یہ بے قراری، یہ بے چینی اور تڑپ میں نے نہیں دیکھی کہ ہر شخص بے چین ہو جائے کہ میرا معاشرہ تباہ ہو رہا ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے ان کی تقدیر بدلنے کیلئے نمائندہ مقرر فرمایا ہے۔ بظاہر یہ ویسی ہی بات ہے جیسے ٹیٹری کے متعلق کہتے ہیں وہ ٹانگیں اونچی کر کے سوتی ہے۔ کسی نے اس سے پوچھا کہ یہ کیا وجہ ہے۔ اس نے کہا مجھے خطرہ یہ ہے کہ آسمان نہ گر پڑے اور دنیا تباہ نہ ہو جائے اس لئے میں ٹانگوں پر روک لوں گی۔ ہماری مثال بظاہر ٹیٹری کی سی ہو گی لیکن ہر وہ چھوٹا سا دل جس میں یہ فکر پیدا ہو کہ آسمان نہ ٹوٹ پڑے اور میں اس سے بچانے کی کوشش کروں اس کو یہ بھی تو معلوم ہونا چاہئے کہ اس کا خدا اس کے پیچھے ہوگا۔ بظاہر ٹیٹری ہے لیکن اس کے پیچھے ساری کائنات کے خالق کی قوت موجود ہو گی۔ اس دل کو طاقت بخشنی ہے تو خدا نے بخشنی ہے، اس کے عمل کو سہارا دینا ہے تو اس نے دینا ہے، اس کے ولولوں اور عزائم کو حقائق میں تبدیل کرنا ہے تو اس نے کرنا ہے۔ اس لئے دعائیں کرتے ہوئے اپنے دل کی کیفیت بدلنے کی کوشش کریں۔ جب تک ہر احمدی کی جو یہاں بس رہا ہے۔ اس کے دل کی کیفیت نہیں بدلے گی اور احساس نہیں پیدا ہوگا وہ تبلیغ نہیں شروع کرے گا۔ اس وقت تک ان قوموں کی کیفیت بدلنے کے خواب، خواب رہیں گے۔ آپ ہزار مسجدیں بھی یہاں بنالیں تب بھی ان کی تقدیر نہیں بدلے گی جب تک ہر احمدی اسلام کی تبلیغ نہ کرے اور آگے مبلغ احمدی نہ پیدا کرے۔ صرف یہی ایک قانون ہے جس سے قوموں کی تقدیریں بدلا کرتی ہیں اور کوئی قانون نہیں ہے۔ ہر شخص کو اپنی ذمہ داری ادا کرنی ہوگی۔ آپ کو اگر تبلیغ کرنی نہیں آتی تو کوئی بات نہیں۔ آپ پیغام تو دے سکتے ہیں۔ آپ کے پیغام کے پیچھے فکر اور جذبہ تو پیدا ہو سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ دعائیں تو کر سکتے ہیں۔ پس پیغام دیں۔ دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خود تبلیغ کی راہیں سکھائے گا خود مسائل سمجھائے گا۔ آپ کی مشکلات کو سلجھائے گا

سب طاقت خدا کی ہے۔ ہماری کچھ بھی نہیں ہے۔

اس احساس کے ساتھ مگر اس یقین کے ساتھ کہ ہمیں پھر بھی کچھ نہ کچھ کرنا ہے، ہم نہیں کریں گے تو خدا کی طاقت اور فضل شامل حال نہیں ہوگا آپ کو اسلام کی تبلیغ کا فریضہ بطریق احسن ادا کرنے کی حتی المقدور کوشش کرتے رہنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے۔ یہیں مرکز بن جائے اس حقیقت کا کہ ہر احمدی مبلغ ہے تب بھی جرمنی کے لئے کچھ مقدر پھرنے کے دن آ سکتے ہیں لیکن اگر یہاں بھی نہ بنے اور ہیمبرگ میں بھی نہ بنے اور فرینکفرٹ میں بھی نہ بنے اور سوئٹزرلینڈ میں بھی کہیں نہ بنے تو پھر یہ مسجدیں صرف وارننگ کا کام تو دے دیں گی کہ ہم نے اعلان کر دیا مگر اس اصل ذمہ داری اور فرائض کو ادا کرنے کا کام انجام نہیں دے سکتی جو ہم پر عائد کیا گیا ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۹ اکتوبر ۱۹۸۳ء)